مثالی معاشرہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا تدارک

* ڈاکٹر تاج الدین الازہری

آج کی دنیا مسائل کی دنیا ہے انسان چھوٹے بڑے گونا گوں مسائل میں الجھا ہوا ہے پیچیدہ اور سنگین مسائل، سیاسی اور معاشی مسائل، داخلی اور خارجی مسائل، قومی اور بین الاقوامی مسائل، مختصر یہ کہ مسائل ہی مسائل ہیں تہذیب وتمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ زندگی جوں جوں پیچیدہ ہوتی گئی مسائل بھی بڑھتے گئے اوران کی ژولیدگی میں اضافہ ہوتا گیا لیکن فی نفسہ مسائل کا ہونا کوئی نئی بات نہیں مسائل ہمیشہ سے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے مسائل زندگی کے ساتھ ہیں انسان اور مسائل لازم وملزوم ہیں اوران کا چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن وہ مسائل جو ہمارے دانشوروں کی توجہ اپنی طرف مرکوز کیے ہوئے ہیں وہ ہمارے معاشرتی مسائل ہیں چونکہ انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے اس لیے معاشرہ کا قیام اس کی فطرت کا تقاضا ہے وہ تنہائی سے گھبراتا ہے اور اپنے بھائی بندوں کے ساتھ مل جل کرخوش ہوتا ہے اگر جبراً انسان کو کسی جگہ تنہا رکھا جائے سب لوازمات زندگی موجود ہوں طرح طرح کی سہولتیں مہیا ہوں انواع واقسام کی نعمتیں اورلذتیں میسر ہوں پھر بھی وہ ایسی زندگی کبھی پسند نہ کریگا اور بنی نوع انسان کے ساتھ مل کر رہنے کو ترجیح دے گا شاید اسی کو دیکھ کر ارسطو کو یہ کہنا پڑا کہ اجتماعیت انسان کی جبلت ہے (۱)

معاشرہ اجتماعی زندگی کی خشت اوّل ہے اسکا مادہ (عشرۃ) ہے اوراسکا معنی مل جل کر زندگی بسر کرنا ہے چنانچہ عقلاء کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ انسان کی معاشرتی زندگی مثالی ہو انسانی تاریخ میں قدیم ترین عقلاء یونانی فلاسفہ کو تسلیم کیا جاتا ہے اوران سے پہلے کی تاریخ ابھی تک دنیا کو دستیاب نہیں ہو سکی ان کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مثالی معاشرہ کا تصور افلاطون نے پیش کیا تھا جو ارسطو کا استاد تھا اوراس نے اس کا نام مدینہ فاضلہ رکھا تھا (۲) جو محض ایک تصور تھا کیا یہ حقیقت کا روپ دھار سکے گا یا نہیں؟ یہ ایک الگ بحث ہے اس کے برعکس اگر سلسلۂ رسالت اور بعثت انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء جو صاحب کتاب یا حامل صحیفہ

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ہوئے جن کی اپنی قومیں تھیں اوران کی تعلیم وتربیت کے لیے وہ مبعوث ہوئے ایسے انبیاء کرام نے ان اقوام کی کایاپلٹ دی اوران کی زندگیوں میں عظیم انقلاب برپا کردیا اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے کے دور اور آمد کے بعد کے دور کا تقابلی مطالعہ کریں تو دونوں میں بڑا فرق پائیں گے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد کے دور میں ان کے متبعین کی زندگی کا ان کی آمد سے پہلے کی زندگی سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ان کی قوم میں نمایاں تبدیلی ہوئی ان کے عقائد میں انقلاب آگیا ان کے رہنے سہنے کے طریقوں میں انقلاب پیدا ہوا زندگی کے متعلق ان کے نقطہ نظر میں انقلاب رونما ہوا اور یوں ایک نبی کا دور دوسرے نبی کے دور سے مختلف معلوم ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور سے الگ اور جدا گانہ نظر آئے گا اوران کے دور میں بہت سی ایسی خصوصیات نظر آئیں گی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں نہیں تھیں سب سے آخر میں اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا آپ جب نبوت سے مشرف ہوئے اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر پانچ سو برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا تھا اور وہ شمع بجھنے کے بالکل قریب تھی جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روشن کیا تھا رفتہ رفتہ اس روشنی کے مدھم پڑ جانے کی وجہ سے معاشرے میں پھر سے ان خرابیوں نے جنم لے لیا تھا جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصلاح کی تھی آپ ﷺ جس معاشرے میں مبعوث ہوئے اسکا نقشہ قاضی سلیمان منصور پوری نے یوں کھینچا ہے:

> ’’عرب اپنی وسعت میں مملکتِ فرانس سے تقریبا دو چند بڑا ہے ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندو پاکستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے، الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا ریگستان اس قدر بے آب وگیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے ان کے جنوب میں سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا اندرون ملک بزعم خود آزاد تھا لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کیلئے ساعی تھی اندرون ملک کے باشندوں پر خودمختاری نے بہت بڑا اثر ڈالا تھا ان میں خودمختاری سے خودسری پیدا ہوگئی تھی انہوں نے اپنی شجاعت وجرأت کا نشانہ اپنے

ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا بے کاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کردی برائی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال زیادہ تر خودستائی اور دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے یا اپنے فحش کارناموں کی تشہیر کرنے کیلئے زبان کی ساری طاقت خرچ کرکے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی تشہیر کیا کرتے تھے الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کردی تھی اور وہ فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے ۔ جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کردی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل ودماغ پر قابض ہوکر ان کو توہم پرست بنادیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر' درخت' چاند' سورج' پہاڑ اور دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے .اور اس طرح وہ خدا کی عظمت وجلال کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے اس لئے انسانی حقوق کیلئے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کیلئے کوئی قانون' قتل انسانی' رہزنی' حبس بے جا' ناجائز تصرّف' بے جا مداخلت' عورتوں کو جبرا یا پھسلاوٹ سے بھگا لے جانا' بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کردینا اسی شجر کے ثمر تھے' کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنادیا تھا' برسوں بلکہ صدیوں کے جمود نے ان کے دل ودماغ میں یہی نقش کردیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت' ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔'' (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو اس معاشرہ میں موجود نہ تھی' اور اس کی اصلاح کا کام اتنا آسان نہ تھا بلکہ انتہائی صبر آزما اور مشکل تھا. آپ ﷺ نے بالغ اور پختہ عمر کے لوگوں سے اپنی بات چیت کا آغاز کیا تو جاہ پرست مشتعل ہو گئے لیکن انہیں حضور ﷺ کی شیرینی گفتار اور جاذبیت کردار کا سامنا تھا. جو آپ کی پوری بات سن لیتا اور آپ کی صفات سے باخبر ہو جاتا وہ یا تو مسلمان ہو جاتا یا کفر و بت پرستی سے بدظن' اس اثر کو روکنے کے لئے دشمنوں نے عوام کے شرپسندوں سے کہہ دیا تھا کہ قرآن نہ سنو. جہاں وہ پڑھا جائے وہاں شور برپا کرو (۴)

آنحضرت ﷺ نے (قولوا لاالٰه إلا الله تفلحوا)(۵) سے اپنے درس کا آغاز کیا. یہی آپ ﷺ کی تعلیم کا حرف اوّل ہے .اور اسی کے منتہائے مطلب کو اپنے ظاہر و باطن پر طاری کر لینا حرف آخر اور مدعائے اسلام ہے حضور نبی کریم ﷺ اس کے مختلف پہلو سمجھاتے اور روشن مثالوں سے حقائق بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ سورج اور چاند کو دیکھو' چمکتے ستاروں پر غور کرو' پہاڑوں کو دیکھو' ریگستانوں میں اونٹ کو چلتے دیکھ کر غور کرو' سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کو دوڑتے دیکھو' صحراؤں میں اگے ہوئے نباتات اور سبزہ زاروں میں لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور باغوں' نہروں اور دریاؤں کو دیکھو اس غور وفکر اور نظر و عبرت سے اللہ کی قدرت و حکمت سمجھ میں آجائے گی .اپنے ماحول میں گندگی پر دھیان دو' افراتفری' ہلاکت اور خون ریزی انسان کے زندہ درگور کرنے' انسانوں کی جان لینے اور مسلسل جنگ و جدل پر غور کرو. تمہارا دل کہے گا کہ یہ آدمیت کے خلاف تباہ کن شیطانی عمل ہے .لہذا باہمی احترام اور انسانی حقوق کی نگہداشت کرو. سچ' راستبازی اور درست معاملگی اختیار کرو. لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا' غیبت' جھوٹ' قتل' ناجائز اموال کی جمع آوری جیسی عادات چھوڑ دو. قیامت آئے گی اور حساب کتاب کا سامنا ہوگا۔ عبادت کرو گے تو جنت پاؤ گے اور خدا کی رضا حاصل ہوگی .بدکاریاں اور بد اعمالیاں تمہیں جہنم میں لے جائیں گی اور اللہ کا غضب نازل ہوگا۔(۶)

آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت نے صرف تیئس (۲۳) سال کی مختصر مدت میں نہ صرف پورے جزیرہ عرب کا معاشرہ بدل دیا بلکہ پوری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کی وہ ابدی قندیلیں بھی روشن کر دیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل و انصاف' امن و سکون اور عافیت و اطمینان کی راہ دکھاتی رہیں گی یہ آپ کی تعلیم و تربیت کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ تیئس (۲۳) سال کی مختصر مدّت میں صحراء عرب کے جو وحشی علم و معرفت اور تہذیب و تمدّن سے بالکل کورے تھے وہ پوری دنیا میں علم و حکمت اور تہذیب و شائستگی کے چراغ روشن کرنے لگے جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون سے اپنی پیاس بجھاتے تھے وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے جہاں ہر طرف قتل و غارتگری کی آگ بھڑک رہی تھی وہاں امن و آشتی کے پھول کھلنے لگے' جہاں ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا وہاں عدل و انصاف کی شمعیں روشن ہونے لگیں جہاں پتھر کے بتوں کو سجدے کئے جاتے تھے وہاں توحید کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر عرب کے صحرانشین جو اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلیل و خوار تھے ایران و روم کی عظیم سلطنتوں کے وارث بن گئے اور ساری دنیا

ان کے عدل وانصاف، ان کی رحم دلی، اور ان کی شرافت نفس کے گن گانے پر مجبور ہوگئی۔(۷)

تاریخ انسانیت کی کسی بھی اور شخصیت کے ہاں اس کی نظیر نہیں ملتی اور ملے بھی کیوں؟ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو انسانیت کی راہنمائی کے لئے اپنا آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا تھا۔

ارشاد باری ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ (۸)

''(لوگو) محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیّن ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔

حضور نبی کریم ﷺ کا اپنا ارشاد گرامی بھی اس آیت کی مزید وضاحت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((انا خاتم النبّين لا نبی بعدی)) (۹)

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، بات صرف اتنی نہیں کہ آپ آخری نبی ہیں بلکہ اس کرۂ ارضی پر بسنے والے تمام انسانوں کیلئے قیامت تک کیلئے نبی اور رسول ہیں، آپ ؐ کی نبوت ورسالت آفاقی ہے ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَمَا ارسلناک إلاّ كَافَةً لِلنّاس بشيرا ونذيرا ولٰكنَّ اكثر النَّاس لا يعلمون﴾(۱۰)

''(اور اے نبی) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کیلئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

اس آیت کی تشریح نبی اکرم ﷺ نے اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائی: ((بعثت إلى الاحمر والاسود))(۱۱)

ایک دوسری روایت میں آپ نے اسی چیز کی یوں وضاحت فرمائی:

((امّا انا فارسلت إلى الناس كلهم عامة وكان من قبلى انما يرسل إلى قومه))

میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے وہ صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا' ایک اور روایت میں آپ نے اس طرح فرمایا:

((کان النبیّ یبعث إلی قومه خاصة وبعثت إلی الناس عامّة)) (۱۳)

پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی پاک کتاب میں فرمادیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱۴)

''درحقیقت تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے''۔

آج کے انسان کی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ ایک ایسے دور میں رہتا ہے جو افکار کے تصادم اور مختلف نظریات کی جنگ کی وجہ سے ابتری اور پراگندگی کا شکار ہے یہ ازم وہ ازم رنگ بدل بدل کر انسانی فکر پر یلغار کر رہا ہے اور حق اپنے علمبرداروں کی بے حسی کا ماتم' عام انسان افراتفری کے عالم میں کبھی ادھر دیکھتا ہے اور کبھی اُدھر وہ سرگشتہ و حیران ہے کہ کدھر جائے؟ کبھی اس کو آزماتا ہے اور کبھی اس کو کبھی اس کو اپناتا ہے تو کبھی اس کو جب دیکھتا ہے کہ اس سے مسائل حل نہیں ہوتے تو اسے چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کی طرف لپکتا ہے مگر اسے ہر طرف سے مایوسی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے وہ تجربات کے اس چکر سے اس وقت تک نہیں نکل سکتا جب تک کسی ایسے دین اور کسی ایسی سیرت کو نہیں اپناتا جو اس کی فطرت کے مطابق ہو وہ دین اسلام ہے اور اسکا مکمل عملی نمونہ نبی عرب وعجم محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت ہے جو انسانیت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے' زندگی کتنی ہی کروٹیں بدلے' زمانہ اپنے اوپر کتنے ہی رنگ چڑھائے' تہذیب و تمدن کا کارواں کتنی ہی منزلیں آگے بڑھ جائے' انسان علم واکتشاف' سائنس اور ٹیکنالوجی کے کتنے ہی معرکے سر کرلے' سید عرب وعجم کی سیرت طیبہ انسانیت کو اس کے سفر ارتقاء میں راستہ دکھاتے رہے گی' ہمیں تو مختصراً یہ دیکھنا ہے کہ اس وقت علاقائی اور عالمی سطح پر مثالی معاشرہ کی راہ میں وہ کون کون سی رکاوٹیں ہیں اور ان میں محمد عربی ﷺ کی سیرت سے کس طرح راہنمائی لی جاسکتی ہے آپ نے آج سے چودہ سو سال پہلے بھی اس دنیا کے انسانوں ہی کی اصلاح کر کے ایک مثالی معاشرہ قائم کر دکھایا تھا اور آج بھی اس کرۂ ارضی پر انسان ہی اصلاح کا محتاج ہے' چودہ سو

سال کے اس طویل عرصہ میں زمانہ نبوت سے دوری اور تعلیمات نبوت سے انحراف نے اس کیلئے گوناں گوں مسائل پیدا کردے ہیں اور مسائل کی مثال ان بیماریوں کی ہے جو انسانی جسم کو لاحق ہوتی ہیں وہ جب تک ان سے چھٹکارا نہ پالے کبھی صحت یاب نہیں ہوسکتا' اگر ہم آج کے معاشرہ پر نظر ڈالیں تو اس کی ان گنت خرابیاں اور لاتعداد مسائل دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اس کی اصلاح ناممکن ہے اور اسکا صحت مند ہونا محال ہے صرف سیرت نبوی ہی ہماری ڈھارس بندھاتی ہے کہ آپ ﷺ کے وقت کا معاشرہ تو اس سے بھی بدتر حالت پر پہنچا ہوا تھا اس کی اصلاح کیسے ہوگئی؟ اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو جلد ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی بھی معاشرے میں چند بڑی بڑی خرابیاں ہوتی ہیں جو اسکے مثالی معاشرہ بننے کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہیں یہ خرابیاں حسب ذیل ہیں:

① متزلزل ایمان	② جہالت	③ اخلاقی پستی
④ غربت وافلاس	⑤ کاہلی اور سستی	⑥ خودغرضی
⑦ تعصّب	⑧ عدل وانصاف کا فقدان	⑨ عدم تحفظ

متزلزل ایمان

متزلزل یقین اور متزلزل ایمان ہماری بے شمار معاشرتی خرابیوں کی جڑ ہے ہم بے شمار چیزوں کے بارے میں قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ ان میں درست کون سی ہے؟ لیکن اس کے باوجود غیر درست کو استعمال کرتے ہیں' ہم بے شمار معاملات میں جانتے ہیں کہ حق پر کون ہے؟ لیکن اس کے باوجود ناحق کا ساتھ دیتے ہیں اور یوں ہمارا متزلزل یقین اور متزلزل ایمان ہماری جڑوں کو کاٹ رہا ہے' علاقائی سطح پر ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر بھی دنیا اس مرض کا شکار ہے اپنے مفادات کی خاطر ناحق کا ساتھ دے کر حق کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور یوں آج تک بڑے بڑے مسائل حل نہیں ہوسکے سیرت نبوی میں اسکا واضح علاج موجود ہے سیرتِ طیبہ یہ بتاتی ہے کہ انسان اگر کسی چیز کو حق سمجھ لے تو پھر اس کے لئے اٹھ کھڑا ہو دنیا کی کوئی بھی طاقت' دنیا کی کوئی بھی لالچ یا اس کی اپنی کمزوریاں اس کے حصول کی راہ میں حائل نہ ہونے پائیں' آپ ﷺ نے جب دین کی دعوت شروع کی تو آپ ﷺ کے راستے میں ہر طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں جو سیرتِ طیبہ کا ایک مستقل باب ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے حق بات کی تبلیغ جاری رکھی

اور کسی بھی حال میں اس کا انقطاع گوارہ نہ فرمایا. آپ نے حق کی خاطر شعب ابی طالب میں تین سال کیلئے محصوری تو گوارہ کر لی جس کے دوران میں آپ کو پتے اور چمڑے کھانے پڑے آپ اور آپ کے ساتھیوں کی فاقہ کشی کا یہ حال تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں (۱۵)

سیرت رسول بتاتی ہے کہ حق کے بارے میں انسان کا یقین و ایمان اس قدر پختہ ہو کہ کسی بھی لمحے تذبذب کا شکار نہ ہو اور ہر قسم کے مذاکرات کرنے والے کو دوٹوک الفاظ میں حق کے بارے میں بتانے پر قادر ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مخالفین کے سامنے اپنے چچا جناب ابو طالب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''چچا جان اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو میں یہ کام ہرگز نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالی اس کو غالب کر دے یا میں اس راستے میں ہلاک ہو جاؤں'' (۱۶)

آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی بھی ایسی ہی تربیت کی تھی کہ کسی بھی قسم کی سختی یا لالچ دین حق کے بارے میں ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دے دی جاتی وہ انہیں مکہ کی پہاڑیوں میں لئے پھرتے رسی کا نشان ان کی گردن میں نمایاں ہو جاتا وادی مکہ کی گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا مشکیں باندہ کر لکڑی سے پیٹا جاتا' دھوپ میں بٹھایا جاتا' بھوکا رکھا جاتا' ان حالتوں میں بھی وہ احد احد کے نعرے لگاتے (۱۷) آپ کے دیگر صحابہ اور صحابیات پر ہونے والے ظلم کی تاریخ پڑھی جائے تو آج کے انسان کا دل کانپ جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ حق پر ڈٹے رہے کیونکہ حضور کی تعلیم بھی یہی تھی آپ کا فرمان ہے: ((قل امنت باللّٰہ ثمّ استقم))(۱۸) ''کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر ثابت قدم ہو جا''۔

قرآن مجید نے انہیں لوگوں کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت دی ہے جن کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَھُمْ یَحْزَنُوْنَ
اُولٰئِکَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِیْنَ فِیْھَا جَزَاءً ا بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْن﴾ (۱۹)

''یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے پھر اس پر جم گئے ان کے لئے نہ خوف ہے اور نہ غم ایسے لوگ جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اپنے ان اعمال کے بدلے جو وہ دنیا میں کرتے تھے''۔

آج کے معاشرہ کی بڑی ضرورت پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہے کیونکہ آج کی دنیا میں حق کمزور اور ضعیف ہے اور باطل طاقت ور اور بلند، اہل ایمان کے دلوں میں ایمان کمزور اور متزلزل ہے اور مسلمانوں پر آزمائشوں کی گہری گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، اہل باطل کے پاس عظیم سلطنتیں، بڑی قوتیں اور طاقتیں ہیں جن کے زور پر وہ باطل کی اشاعت اور شکوک وشبہات کے پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں آج عمیق اور پختہ ایمان کی ضرورت ہے تاکہ ہم حق کا علم بلند کرنے کے لئے زیادہ جدوجہد کرسکیں اور اس دنیا سے ظلم اور ناانصافی کو ختم کر کے معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کرسکیں۔ ہمارے سامنے ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان رہنا چاہئے آپ ﷺ نے فرمایا: (دجّال آئے گا اور اسے مدینہ کی گلیوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی البتہ وہ مدینہ سے ملحق زمین میں آئے گا ایک شخص اس کے پاس جائے گا جو کہ بہت اچھا ہوگا وہ اس سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجّال ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے حدیث بیان کی ہے اس پر دجّال کہے گا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اس شخص کو قتل کر کے زندہ کردوں، کیا تم پھر بھی شک کروگے لوگوں نے کہا نہیں وہ اسے قتل کر کے زندہ کردے گا لیکن یہ مومن شخص کہے گا مجھے تو اب تیرے بارے میں اور بھی یقین ہوگیا ہے کہ تو دجّال ہے اس پر دجّال اسے دوبارہ قتل کرنا چاہے گا مگر کر نہیں سکے گا) (۲۰)

اس حدیث کی شرح میں ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے بڑے مفید نتائج اخذ ہوتے ہیں یعنی یہ کہ دجال جب الوہیت کا اور اپنے خدا ہونے کا دعوی کرے گا۔ کئی خرق عادت مظاہروں کی بنا پر لوگوں کی ایک بڑی اکثریت اس کے متبع ہو جائے گی اور وہ لوگوں کے سامنے ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کردے گا زمین کو پیداوار کا حکم دیگا اور زمین سے افزائش ہو جائے گی پانی کو حکم دے گا اور وہ برسنے لگے گا مگر ان حالات میں بھی قوی الایمان مومن کو اس کے دجال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوگا وہ

بدستور اپنے ایمان پر قائم رہے گا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ دجال کے دعوے مفاہیم اسلام کے خلاف ہیں اور باطل کسی بھی صورت میں حق نہیں بن سکتا خواہ اس کے لئے کتنے ہی خوارق عادت امور کا مظاہرہ کیا جائے'' (۲۱)

جہالت

آج کی دنیا میں اس بات پر تقریباً سب ہی لوگوں کا اتفاق ہے کہ جہالت مثالی معاشرے کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کی مختلف تنظیموں سے لیکر اقوام متحدہ تک سب لوگ جہالت کو دور کرنے پر لگے ہوئے ہیں یہ بات جو دنیا کو آج سمجھ آئی ہے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی آج سے چودہ سو سال پہلے اس کا اعلان کروادیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَيَعْلَمُوْنَ﴾(۲۲)

''اے نبی ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں''۔

یہ سورۃ زمر کی آیت ہے جو مکی سورت ہے اس کے زمانہ نزول کے متعلق مولانا مودودی لکھتے ہیں:

آیت نمبر ۱۰ '(وارض اللّٰہ واسعۃ) سے اشارۃ نکلتا ہے کہ یہ سورت ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہوئی بعض روایات میں یہ تصریح آئی ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے حق میں ہوا تھا جبکہ انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کا عزم کیا تھا (۲۳)

یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہوئی تھی اور یوں بارہ مردوں اور پانچ عورتوں نے اسلام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنے دین کی خاطر آبائی وطن کو خیر باد کہا تھا۔ (۲۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعوت کے ابتدائی مراحل ہی میں لوگوں کو علم کی اہمیت سے آگاہ کر دیا تھا کیونکہ آپ کی بعثت ایک ایسے معاشرے میں ہوئی جس میں جہالت کا دور دورہ تھا آپ کی بعثت کے

وقت صرف ملک عرب میں سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے باقی سارا معاشرہ ان پڑھ اور امّی تھا جہالت کو دور کیے بغیر کسی قسم کی دعوتی ترقی ناممکن تھی چنانچہ آپ پر وحی کا آغاز ہی جہالت کے خلاف علم سے ہوا علم کے حصول کا ذریعہ چونکہ عام طور پر پڑھنا اور لکھنا ہی شمار ہوتا تھا اس لئے پہلی وحی میں بھی اسی کا ذکر کیا گیا' پہلی وحی کی آیات یہ ہیں:

﴿اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO اِقْرَءْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمِ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴾(۲۵)

''پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی' پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا' انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا' اس طرح اللہ تعالی نے سورۃ القلم نازل فرمائی جس کا زمانہ نزول مکہ کا ابتدائی دور ہے اس میں علم کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے اللہ تعالی نے قلم اور لکھنے پڑھنے کی قسم کھائی''۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ن والقلم وما یسطرون ﴾(۲٦)

''ن قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں''۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے لوگ تو علم سے دور تھے ہی یورپ میں بھی تعلیم کلیسا تک محدود کر دی گئی اور برصغیر میں اس کا دائرہ برہمن کی حد تک تھا' قدیم مصر اور ایران میں بھی علم عام آدمی کیلئے شجر ممنوعہ تھا آپ ﷺ نے اسے عام کرنے کیلئے ارشاد فرمایا:

((طلب العلم فریضة علی کل مسلم))(۲۷)

''علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

اصحاب علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

((مثل العلماء فی الأرض کمثل النجوم فی السماء یهتدی بها فی ظلمات البر والبحر فإذا انطمست النجوم اوشک ان تضل الهداۃ))(۲۸)

علماء زمین پر آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں جن سے خشکی اور تری پر رات کے اندھیروں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اگر ستارے چھپ جائیں تو ممکن ہے چلنے والے راستہ بھول جائیں' آپ نے کتنی خوبصورت مثال کے ذریعے علم اور علماء کی اہمیت کو اجاگر فرمادیا کہ اس سے کسی بھی شخص کو انکار نہیں پھر خود اپنے متعلق بھی فرمادیا۔

((بعثت معلما)) (۲۹) ''کہ اللہ تعالٰی نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے''۔

آپ نے ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر کو وہاں کے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بھیجا' اس وقت تک مدینہ میں کوئی مسجد نہیں تھی حضرت مصعب ایک مکان کو مدرسہ کے طور پر استعمال کرتے رہے' مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ نے عبداللہ بن سعید اور عبادہ بن الصامت کو اصحاب صفہ کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر معمور فرمایا مسجد نبوی میں صحابہ کے تعلیمی حلقہ بنا کر بیٹھنے کا رواج حضور کے سامنے ہی شروع ہو گیا تھا' (۳۱) آنحضرت کی تعلیمی پالیسی کی خصوصیت یہ تھی کہ اس پر کسی طبقے کی اجارہ داری نہیں تھی' بلکہ آپکا نظام تعلیم مفت اور رضا کارانہ تھا اور یوں مفت اقامتی اور ہمہ وقتی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا تھا آپ نے نصاب تعلیم سے مفید دنیوی علوم خارج نہیں کئے بعض جنگی صنائع کا علم اور ان کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آپ نے بعض صحابہ کو خاص طور پر مامور کیا' اسی طرح دوسری زبانیں سیکھنے کے لئے آپ نے صحابہ کو مختص کیا زید بن ثابت نے بحکم پیغمبر سریانی اور عبرانی سیکھی دو صحابہ کرام عروہ بن مسعود اور غیلان بن مسلم دبابات اور منجنیق کی صنعت سیکھنے کی وجہ سے جنگ حنین میں شریک نہ ہو سکے تھے آپ نے خواتین کے لئے مردوں سے الگ تعلیم کا بندوبست فرمایا خود کو ہفتے میں ایک دن خواتین کی تعلیم اور ان کے مسائل کے جواب دینے کے لئے مختص فرمایا اور بعض خواتین کو دوسری خواتین سے لکھنا پڑھنا سیکھنے کی ہدایت فرمائی (۳۲) آپ ﷺ کی تعلیم محض ایک فکر اور فلسفہ نہ تھی وہ ایک متواتر اور عمل پیہم سے عبارت تھی۔ آپ کی زندگی کی ہر ہر ادا مجسم تعلیم تھی جس نے دشمنوں تک کے دل جیت لئے اور یوں آپ نے ان پڑھ اور جاہل قوم کو زیور تعلیم سے آراستہ کر دیا کیونکہ تعلیم ہی ایک ایسی بنیاد ہے جسکی وجہ سے زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی جا سکتی ہے علم نہ ہو تو نہ دین کا کوئی معاملہ کما حقہ استوار ہو سکتا ہے اور نہ ہی دنیا کے کاروبار بحسن وخوبی انجام پا سکتے ہیں۔

❸ اخلاقی پستی

کردار کی پستی اور اخلاقی گراوٹ آج کے معاشرے کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اسی کی وجہ سے بے شمار دوسرے معاشرتی ' معاشی' اور سیاسی مسائل پیدا ہوتے ہیں جو پوری انسانی زندگی کو الجھنوں کا گورکھ دھندا بنا دیتے ہیں اخلاق انسانیت کا زیور اور سماج کی زینت ہی نہیں بلکہ اسکی حیثیت جسد زندگی میں قلب کی ہے جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور اگر وہ ٹھیک رہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے .لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ دنیا کے دساتیر حیات میں اخلاقی تعلیم و تربیت کا کوئی باب نہیں اور اگر اس نام کی کوئی چیز ہے تو اس کا مسمی کچھ اور ہے ان کا اخلاق اغراض مصالح کے تابع ہوتا ہے مجرد اخلاق کا ان کے ہاں کوئی تصور نہیں اخلاق کو ایک مقصود بالذات کی حیثیت سے کسی دنیوی نظام نے اپنے اندر جگہ نہیں دی یہ صرف آسمانی مذہب جس کی تکمیلی شکل آنحضرت ﷺ کے پیغام دین اسلام میں ایک مستقل حیثیت سے موجود ہے آپ نے اپنی ایک حدیث میں اخلاق عالیہ کو اپنی بعثت مقصد قرار دیا۔آپ نے فرمایا ((**بعثت لاتمم مکارم الأخلاق**)) (۳۳) میں اچھے اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں' آپ نے حسن اخلاق اور حسن سیرت کو ایمانی زندگی کا کمال قرار دیا' اور فرمایا ((**اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا**)) (۳۴) مسلمانوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے' آپ ﷺ نے اخلاق کا سرا عبادات سے جوڑ کر اس کی قدر و قیمت بڑھا دی تا کہ لوگ دین کی اس جانب کسی غفلت کا شکار نہ ہوں اور اخلاق پر بھی اتنی ہی توجہ دیں جتنی وہ دین کے دوسرے امور عبادات وغیرہ پر دیتے ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

> **((ما من شي ء يوضع في الميزان اثقل من حسن الخلق وان صاحب حسن الخلق ليبلغ به درجة صاحب الصوم والصلاة))** (۳۵)
>
> ''میزان اعمال میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں اور اچھے اخلاق والا آدمی حسن اخلاق سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے' آپ ﷺ خود بھی اکثر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے''۔

(اللهم اهدنی لأحسن الأخلاق لا یهدی لأحسنها الاّ أنت واصرف عنی سَیا تها لایصرف عنی سَیّا تِها اِلاّ انت) (٣٦)

اے پرودگار مجھے بہترین اخلاق کی هدایت (توفیق) عطا فرما تیرے سوا کوئی بہترین اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق سے مجھ کو دور کر دے کیونکہ مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی پھیر نہیں سکتا''۔

حقیقت یہ ہے کہ عقائد اور عبادات کے بعد تعلیمات نبوی کا تیسرا باب اخلاق ہے' اخلاق سے مراد لوگوں سے شائستگی سے پیش آنا' ان سے اچھے طریقے سے معاملات کرنا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا ہے انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو ہر چیز سے اس کا تھوڑا بہت تعلق ضرور ہو جاتا ہے اس تعلق کی بنا پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے کا نام اخلاق ہے' آپ کی بعثت کے وقت معاشرے میں حقوق و فرائض کو اچھے طریقے سے انجام دینے کا نہ صرف فقدان تھا بلکہ وہ ہر قسم کے برے اخلاق کی آماجگاہ بن چکا تھا اسکا بہترین نقشہ حضرت جعفر طیّار نے شاہ حبشہ کے دربار میں کھینچا تھا:

انہوں نے کہا (اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے' بتوں کو پوجتے تھے' نجاست میں آلودہ تھے' مردار کھاتے تھے' بیہودہ بکا کرتے تھے' ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا' ہمسایہ کی رعائیت نہ تھی' کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا' ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا جس کے حسب ونسب' سچائی' دیانتداری تقوی اور پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے' اس نے ہم کو توحید کی دعوت وی اور حق سمجھایا کہ ایک اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا' اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولیں' وعدہ پورا کریں' گناہوں سے دور رہیں' برائیوں سے بچیں' اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں' صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں' ہماری قوم ان باتوں پر ہم سے بگڑ گئی) (٣٧)

اسی طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے جو اس وقت تک دولت اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے حضور کے اخلاقی دعوت کا جو نقشہ کھینچا تھا اس میں تسلیم کیا تھا کہ آپ اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ ہم پاکدامنی اختیار کریں'

سچ بولیں اور قرابتوں کا حق ادا کریں (۳۸)

آپ کی انہی تعلیمات کی بنا پر قرآن مجید نے صاف صاف کہا اور دوست اور دشمن سب کے مجمع میں کہا:

(اِنّ لک لأ جراً غیر ممنون وانّک لعلیٰ خُلق عظیم)(۳۹)

''اے محمد ﷺ بے شک آپ کا اجر کبھی ختم نہ ہونے والا ہے اور بلا شبہ آپ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں''

آپ نے صرف اعلی اخلاق کی تعلیم دینے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ جیسا کہ قرآن گواہ ہے خود اس تعلیم کا عملی نمونہ بن کر دکھایا اخلاق سے گرے ہوئے اس معاشرے میں حضور کی بلند اخلاقی سے تاریخ بھری پڑی ہے آپ کا برتر اخلاق ہی تھا جس نے بالآخر مخالفین کو جھکنے پر مجبور کر دیا آپ کی زندگی میں بارہا ایسے مواقع آئے جب آپ کے مخالفین نے آپ کے اخلاقی رعب کے سامنے ہتھیار ڈا ل دیئے اور آہستہ آہستہ پورے معاشرے پر آپ کے اعلیٰ اخلاق کا رنگ غالب آ گیا جس کی نظیر دنیا آج تک پیش کرنے سے قاصر ہے' آج پھر سے معاشرے کو مثالی بنانے کے لئے اخلاقی پستی سے نکال کر اسی رنگ میں رنگنے کی ضرورت ہے' اور اس کے لئے سیرت رسول پر عمل پیرا ہونے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

❹ غربت وافلاس

دنیا میں بسنے والے سب انسانوں کی تقدیر کبھی یکساں نہیں رہی' سوسائٹی میں حکمران ورعایا' قوی وضعیف' بیمار وصحت مند' اور غریب ودولت مند نہ جانے کتنے ہی طبقات شروع ہی سے چلے آ رہے یہ طبقات باہمی افہام وتفہیم اور ایک دوسرے کے تعاون سے امن کی زندگی گزارتے رہے۔ اگر کبھی بدامنی پھیلی یا سماجی توازن میں خلل پیدا ہوا تو اسکی وجہ یہی تھی کہ ایک فرد نے دوسرے فرد پر' ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ پر یا قوی نے ضعیف پر ناجائز طور پر اپنی مرضی چلانا چاہی اور ہوس میں آ کر ظلم واستبداد کا رویہ اختیار کیا جس سے غریب اور مفلس طبقے کی حالت بگڑتی ہی چلی گئی' تاریخ کے ہر دور میں مختلف ادیان اور اصحاب فلسفہ نے اپنے اپنے دور سے غربت وافلاس کو ختم کرنے کے لئے

کوششیں کیں تا کہ فقراء کے دکھوں کا مداوا کر سکیں لیکن کوئی بھی کبھی پوری طرح کامیاب نہ ہوسکا' افلاطون کا بھی یہی تصور تھا کہ اس کے مثالی جمھوریہ میں غربت وافلاس نہ ہولیکن عملا ایسا نہ ہوسکا۔ (۴۰)

نبی کریم ﷺ جس معاشرے میں تشریف لائے اس میں غریب افلاس کی چکی میں پس رہا تھا 'اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا طاقت ور کوضعیف پر ظلم کرنے سے کوئی روکنے والا نہ تھا یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے مختلف سرداروں اور سمجھدار لوگوں کی اس طرف توجہ دلائی اور بالآخر ایک انجمن قائم ہوگئی جس کے منشور میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے اور زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے' آپ ﷺ نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار ہو جاؤں گا۔ (۴۱)

غربت کے خاتمے کیلئے آپ کی یہ کوشش زمانہ نبوت سے پہلے کی تھی زمانہ نبوت میں تو آپ نے اپنی تعلیمات اور عمل کے ذریعے اس کا مکمل طور پر قلع قمع کر دیا' اپنی دعاؤں میں آپ نے غربت وافلاس سے خدا کی پناہ مانگی آپ کے دعائیہ کلمات ہیں۔

(اللھمّ انی اعوذ بک من الفقر والقلةوالذلة واعوذ بک من ان اظلم اواظلم) (۴۲)

''اے اللہ میں غربت وافلاس اور ذلت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے اللہ میں ظلم کرنے اور اپنے اوپر ظلم کئے جانے سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

آپ ﷺ غربت وافلاس سے خدا کی پناہ اس لئے چاہتے تھے کہ غربت افلاس انسان کے عقیدے اور اخلاق دونوں کو خراب کر دیتا ہے اس کے گھر کا امن تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اس کے افکار منتشر رہنے لگتے ہیں غربت کے بارے میں ایک مشہور قول ہے کہ کفر نے غربت سے کہا کہ جب تو کسی جگہ جائے تو مجھے بھی ساتھ لے جانا کیونکہ لوگ تیرے ساتھ مجھے آسانی سے قبول کر لیتے ہیں (۴۳)

غربت وافلاس کے خاتمے کیلئے آپ کا کردار آپ کی سیرت طیبہ کا ایک مستقل باب ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے غربت وافلاس کے تدارک کیلئے چار مختلف تدابیر اختیار فرمائیں۔

① آپ نے ہر شخص کو اپنی روزی کمانے کی ترغیب دی دوسروں سے سوال کرنے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے منع فرمایا آپ کا ارشاد ہے:

(الید العلیا خیر من الید السفلی) (۴۴)

''دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔''

② آپ نے روزی کمانے اور خرچ کرنے کی ضروری آزادی دی اور ساتھ ہی ضروری پابندیاں بھی عائد کیں تاکہ توازن برقرار رہے۔

③ آپ نے حاجت مند افراد کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے دولت مندوں کو اخلاقی ہدایات دیں اور خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا آپ کا فرمان ہے (جس شخص کے پاس قوت وطاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیے کہ زائد سامان حاجت مندوں کو دے دے اور جس کے پاس کھانے پینے کا سامان ضرورت اور حاجت سے زائد ہو اسے چاہیے کہ زائد سامان حاجت مندوں کو دے دے) حدیث کے راوی ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آپ اسی طرح مختلف قسم کے مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا حق نہیں۔(۴۵)

④ حاجت مندوں کے بارے میں دولت مندوں کو قانونی ذمہ داری کا پابند کیا۔

مندرجہ بالا چاروں تدابیر معاشی نظام کی تفصیلات طے کرنے کے سلسلہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں:

❺ کاہلی اور سستی

معاشرے کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ کاہلی اور سستی بھی ہے جب تک اسے دور نہیں کیا جائے گا وہ کبھی مثالی معاشرہ نہیں بن سکے گا' مثالی معاشرہ بنانے کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے اور وہ بھی لگاتار اور یہ کاہل اور

سست لوگوں کے لئے ایک مشکل کام ہے دراصل آج کا معاشرہ اپنے نت نئے مسائل کے حل کا خواہاں ہے لیکن اس کے لئے وہ جو تدبیریں کرتا ہے وہ الٹی ثابت ہوتی ہیں اور منزل کے تعین کے باوجود وہ صحیح راستہ اختیار کرنے سے قاصر رہتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سستی اور کاہلی اس پر غالب آجاتی ہے قرآن مجید اس کا بڑا عمدہ نقشہ پیش کیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے: (۴۶)

''اور جب ان کے اپنے کئے کرتوتوں سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یکا یک وہ مایوس ہونے لگتے ہیں''۔

ایک دوسری جگہ میں قرآن مجید نے اس کی وضاحت یوں فرمائی (ان مسه الشر فیئوس قنوط)(۴۷) اور جب کوئی آفت اس پر آجاتی ہے تو وہ مایوس و دل شکستہ ہو جاتا ہے' معاشرے کے افراد جب کاہل اور سست ہو جاتے ہیں تو پھر وہ ایسی تدبیریں سوچنے لگتے ہیں جن کی وجہ سے بلا مشقت ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں جیسے جادو' ٹونہ اور جوا اور سٹہ وغیرہ' نبی اکرم ﷺ جس معاشرے میں مبعوث ہوئے اس میں دوسری خرابیوں کے ساتھ کاہلی اور سستی کا مرض بھی تھا' قاضی سلیمان منصور پوری اس معاشرے کے متعلق رقمطراز ہیں:

''بے کاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کر دی تھی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی''۔(۴۸)

رسول اللہ ﷺ نے انہیں کاہلی اور سستی سے نکالا اور انہیں قانون فطرت کا یہ قاعدہ بتایا کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾(۴۹)

اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل لیتی' اس الٰہی قاعدے کے مطابق آپ نے اپنے معاشرے کو کاہلی اور سستی سے نکال کر محنت کے راستے ہر ڈالا۔ جادو اور ٹونہ جو کاہل اور سست لوگوں کے لئے غیبی امداد کا ذریعہ تھا آپ نے اسے شرک قرار دیا' آپ کا فرمان ہے:

(من عقد عقدة ثمّ نفث فيها فقد سحر ومن سحر فقد اشرک)(۵۰)

جس نے دھاگے کی گرہیں باندھ کر اس میں پھونکیں ماریں تو اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا اس نے

شرک کیا' کاہل اور سست لوگ اپنے غم بھلانے کے لئے شراب پیتے ہیں اور لوگوں کا مال ہتھیانے کیلئے جوا کھیلتے ہیں آپ نے وحی الٰہی کے ذریعے ان کا یہ راستہ بھی بند کر دیا ارشادِ باری ہے:

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (۵۱)

یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے 'یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔''

آپ نے خود بھی محنت کی بچپن میں آپ نے بکریاں چرائیں، جوانی میں تجارت کی، حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر تجارت کی غرض سے ملک شام تک کا سفر کیا اسی طرح آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی محنت کے راستہ پر لگایا اور فرمایا:

(ما اکل احد منکم طعاما احبّ الی اللہ عز وجل من عمل یدہ)(۵۲)

کسی بھی شخص کے کھانے کے لئے اس کی اپنی محنت سے کمائے ہوئے لقمے سے بہتر کوئی لقمہ نہیں ہے' آپ کی اپنی زندگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ہمہ وقت یا تو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے یا امت کے کاموں میں اس میں کاہلی اور سستی کو ذرا دخل نہ تھا یہ آپ کی تربیت کا کمال تھا کہ معمولی سے عرصے میں یہ مختلف جماعت انسانی زندگی کے ہر میدان میں چھا گئی' کیونکہ آپ نے اسے ہمہ وقت کام کرنے والی جماعت بنا دیا' آپ کا ارشاد ہے:

((خیر العمل ما ادومہ و لو قل)) (۵۳)

''بہترین کام وہ ہے جسے آدمی ہمیشہ کرے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو' معاشرے کو مثالی بنانے کے لئے آج ہمیں بھی کاہلی و سستی کو خیر باد کہہ کر دائمی محنت کا راستہ اپنانا ہوگا اور یہی سیرت رسول بھی ہے۔''

⑥ خودغرضی

آج کے معاشرے کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ہر آدمی سب کچھ اپنی ذات کے لئے کر رہا ہے جو دراصل مادیت کی دوڑ میں شریک ہونے کا نتیجہ ہے اب اسے اپنے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا مثالی معاشرے کے افراد تو اپنے آپ کو دوسرے سے مربوط تصور کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جو معاشرہ تشکیل دیا تھا اس کے اندر یہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی جسے آپ نے اپنے الفاظ میں بھی یوں بیان فرمایا(لا یؤ من احدکم حتی یحب لأخیه ما یحب لنفسه)(۵۴)تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے اس حدیث پاک کے ہوتے ہوئے خودغرضی تو مسلمان کے قریب بھی نہیں آسکتی اگر اس میں خودغرضی آجاتی ہے تو وہ اسکے ایمان کی نفی کرتی ہے اور مسلمان کو اپنا ایمان ہر وقت ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتا ہے آپ کے صحابہ ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد میں مشغول رہتے تھے کیونکہ ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان تھا:

(المسلم اخوالمسلم لا یظلمه ولایسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه بها کربة من کرب یوم القیامة ومن سترمسلما ستره الله یوم القیامة) (۵۵)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم ہونے دیتا ہے جو کوئی اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے اور جو کسی کی کوئی مشکل دور کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی آخرت کی مشکلات کو آسان فرماتا ہے اور جو کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے تو اللہ تعالی قیامت کے روز اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دیں گے' آپ نے صرف اپنے متبعین کو دوسروں کی مدد کرنے کی تلقین پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خود کو اس میدان میں سب سے آگے رکھا جس سے آپ کے اس مثالی معاشرے میں جسے آپ نے مدنی زندگی میں تشکیل دیا تھا خودغرضی کا بالکل خاتمہ ہوگیا آپ ﷺ کے دوسروں کی مدد کرنے کے وصف کو بیان کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''خود آپ کا عمل یہ رہا کہ جو کچھ آیا خدا کی راہ میں خرچ ہو گیا غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مال واسباب کی کمی نہ تھی مگر وہ سب دوسروں کے لئے تھا اپنے لئے کچھ نہ تھا' وہی فقر و فاقہ فتح خیبر کے بعد یعنی ۷ ہجری سے یہ معمول تھا کہ سال بھر کے خرچ کے لئے تمام ازواج مطہرات کو غلہ تقسیم کر دیا جاتا تھا مگر سال تمام بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ غلہ تمام ہو جاتا اور فاقہ پر فاقہ شروع ہو جاتا کیونکہ غلہ بڑا حصہ اہل حاجت کی نذر کر دیا جاتا تھا آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے تمام عمر کسی سائل کے سوال کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا کبھی کوئی چیز تنہا نہ کھاتے تھے کتنی ہی تھوڑی چیز ہوتی آپ سب حاضرین کو اس میں شریک کر لیتے تھے''۔(۵٦)

اگر آج بھی حضور ﷺ کے اس وصف کا اتباع کر لیا جائے تو مثالی معاشرہ خود بخود بننا شروع ہو جاتا ہے۔

❼ تعصّب

مثالی معاشرہ کی راہ میں ایک رکاوٹ اس کے اندر پائے جانے والے تعصّبات ہیں کوئی ایک تعصب ہو تو کسی کے لئے اس کا علاج کرنا بھی ممکن ہو یہاں تو طرح طرح کے تعصّبات پائے جاتے ہیں ان کا علاج کون کرے حقیقت یہ ہے کہ انسان نے جب بھی الٰہی تعلیمات سے روگردانی کی اور انبیاء کی سیرتوں سے انحراف کیا تو اس کی زندگی تعصّبات سے بھر گئی تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں نے اپنے سوا سب کو ملیچھ اور ناپاک قرار دے رکھا ہے خود کو چار ذاتوں میں تقسیم کر کے عزت اور حقوق کی ترتیب قائم کر لی ہے قدیم ایران میں بھی یہ چار ذاتیں اسی طرح قائم تھیں بنی اسرائیل نے بھی صرف اپنے آپ کو خدا کی اولاد قرار دے لیا تھا اور باقی سب کو چنڈال آج پورے یورپ کا حال سب کے سامنے ہے کہ سفید رنگ کے آدمی کو تہذیب و تمدن کا ٹھکیدار قرار دے دیا گیا ہے اور کالی قومیں اس کی برابری کے لائق نہیں بعض مقامات پر تو وہ سفید رنگ کے لوگوں کے محلوں میں بھی نہیں رہ سکتیں انسانی محبت و مساوات کے دعووں کے باوجود یہ لوگ حقیقی انسانیت سے کوسوں دور ہیں حقوق دنیاوی سے گزر کر ان کے یہ تفرقے خدا کے گھروں میں بھی قائم ہیں کالوں کے گرجے الگ ہیں اور گوروں کے الگ' خدا کے یہ دونوں

کالے اور گورے بندے ایک ساتھ خدا کے آگے نہیں جھک سکتے ان تمام تعصّبات کا علاج صرف پیغام محمدی میں ہے آپ کی بعثت ہوئی تو آپ نے لوگوں کے سامنے وحی ربانی کے ذریعے اعلان فرمادیا:

﴿یا ایُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا کُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ﴾(۵۷)

''اے انسانو تم سب کو خدا نے ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان صرف اس لئے بنادیا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

﴿وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَلاَ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُوْلٰئِکَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا﴾ (۵۸)

نہ تمہاری دولت اور نہ تمہاری اولاد وہ چیز ہے جو تمہارا درجہ ہمارے نزدیک کردے لیکن جو کوئی ایمان لایا اور اس نے اچھا کام کیا اس کو اپنے کام کا دگنا بدلہ ملے گا' آپ نے اپنی تعلیم کے ذریعے ہر قسم کے تعصب کا رد فرمایا فتح مکہ کے موقع پر آپ نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((یامعشرقریش ان اللّٰہ اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃوتعظمھا بالآباء ' الناس من آدم و آدم من تراب))(۵۹)

اے قریش کے لوگو۔اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹادیا ہے تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے' اپنے آخری خطبے میں آپ نے اعلان فرمایا:

(لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی الا بالتقوی) (۶۰)

عرب کو عجمی پر اور عجم کو عرب ہر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کی بنا پر آپ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی کا رتبہ دیا

حسب ونسب کا کوئی فرق نہیں' پیشہ اور منصب کا کوئی فرق نہیں' غربت اور امارت کا کوئی فرق نہیں' خدا کے آگے سب برابر ہیں یہاں نہ کوئی برہمن ہے نہ شودر قرآن سب کے ہاتھ میں دیا جائے گا نماز سب کے پیچھے پڑھی جائے گی رشتہ ناطہ ہر ایک سے ہوسکتا ہے علم ہر ایک کا حق ہے اور حقوق سب کے یکساں ہیں یہاں تک کہ خون بھی سب کا برابر ہے آپ ﷺ کی پوری زندگی آپ کی اپنی تعلیمات کے مطابق تھی آپ کی محفل میں دنیا کے مختلف خطوں کے افراد موجود تھے بلال ؓ کا تعلق حبشہ سے تھا تو صہیب کا روم سے اور سلیمان کا فارس سے' مکہ کے مہاجر اور مدینہ کے انصار سب ایک ہی جگہ رہتے تھے کسی میں بھی ایک دوسرے کے خلاف ادنی تعصب کا شائبہ نہ پایا گیا کیونکہ تربیت محمدیؐ نے ان میں سے ہر تعصب کو نکال دیا تھا اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے ان میں سے ہر ایک دوسرے پر صرف مال ہی نہیں بلکہ جان بھی نچھاور کرتا تھا جس کی مثالوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں آج بھی ہمیں ہر قسم کے تعصّبات سے نجات کے لئے پھر سے سیرتِ محمدیؐ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ایک مثالی معاشرہ بنا سکیں۔

❽ عدل وانصاف کا فقدان

عدل وانصاف کا فقدان بھی مثالی معاشرے کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے عدل کے قائم کئے بغیر کبھی کوئی معاشرہ مثالی بن ہی نہیں سکتا اس لئے مصلحین نے ہمیشہ عدل کو قائم کیا جب بھی معاشرے سے عدل غائب ہوا تو اس میں ابتری پھیل گئی آج کے معاشرے میں پھیلی ہوئی ابتری کا ایک سبب بھی یہی ہے یہ صرف عدل وانصاف ہی سے ختم ہوسکتی آپ کی بعثت کے وقت بھی عالم انسانیت ظلم وجور' قتل وغارت اور وحشت وبربریت کا شکار تھا آپ نے عدل وانصاف قائم کر کے معاشرے کو تمام برائیوں سے پاک کر دیا وحی ربانی کے ذریعہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا

﴿یا اَیُّهَا الَّذِ یْنَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوُوْا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا﴾(٦١)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا کے واسطے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف کی زد خود تمہاری ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو

فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔''

اس کے بعد اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا اِعۡدِلُوۡا ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی﴾(۶۲)

کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کروے کہ انصاف سے پھر جاؤ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے''۔

آپ کی پوری زندگی عدل وانصاف کی آئینہ دار تھی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ عدل وانصاف پر عمل پیرا تھے سیرت رسول ﷺ میں ہمیں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں آپ قانون الٰہی کے نفاذ میں بہت سختی فرماتے تھے اور اسے نافذ کئے بغیر چین سے نہ بیٹھتے تھے' ایک دفعہ ایک عورت نے جو خاندان بنو مخزوم سے تھی چوری کی' عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے' حضرت اسامہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب خاص تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ سفارش کریں انہوں نے حضور سے معافی کی درخواست کی تو آپ نے غضب آلود ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غرباء پر حد جاری کرتے تھے اور امراء سے درگذر کرتے تھے (۶۳)

آپ ﷺ کا فرمان تھا:

((تعافوا الحدود بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب))(۶۴)

آپس میں ایسے گناہوں کو معاف کر دیا کرو جن سے حد لازم آتی ہے لیکن مجھ تک جو واقعہ پہنچے گا تو اسکی سزا ضرور دی جائے گی' عدل وانصاف کی انتہا یہ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کفار کے معبودان باطلہ کو بھی برا نہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نادانستہ طور پر خدا کو برا کہہ بیٹھیں ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ﴾(۶۵)

اور جن کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو ایسا نہ ہو کہ یہ خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا کہہ بیٹھیں' اس عدل وانصاف کا یہ اثر تھا کہ مسلمان ایک طرف تو یہود جو آپ کے شدید ترین مخالف تھے اپنے مقدمات آپ ہی کی بارگاہ میں لاتے تھے اور انکی شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ ہوتا تھا آج بھی معاشرے کو مثالی بنانے کے لئے اسی عدل وانصاف کو واپس لانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے سیرت نبوی پر عمل کے بغیر چارہ نہیں''۔

❾ عدم تحفظ

مثالی معاشرے کی راہ میں رکاوٹ اس کے افراد کے اندر پایا جانے والا عدم تحفظ کا احساس بھی ہے آج کے معاشرے میں کوئی بھی شخص محفوظ نہیں اس کو قتل کیا جاسکتا ہے' لوٹا جاسکتا ہے' اس کی بے عزتی کی جاسکتی ہے وہ کسی بھی تخریب کاری کا نشانہ بن سکتا ہے غرضیکہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے یہ حالت اس وقت کسی ایک ملک کی نہیں دنیا کے اکثر ممالک اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں آج دنیا کو ایک پر امن معاشرے کی ضرورت ہے جس میں ہر فرد کو اس کا حق ملے اور اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو بلکہ وہ اپنے آپ کو محفوظ پائے امن وسلامتی کی اسی فضا کو پیارے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ میں لوگوں کو مہیا فرمایا تھا' مدینہ میں ہر شخص مومن ہو یا غیر مومن اپنے آپ کو مدنی معاشرے میں محفوظ سمجھتا تھا کسی کو بھی نہ تو اپنے بارے میں کوئی فکر تھی اور نہ اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب کے بارے میں' عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری پر میں نے آپ کی پہلی تقریر میں یہ الفاظ سنے:

((افشوا السلام))(٦٦) ''پیغام امن وسلامتی کو عام کرو''۔

اس کے بعد آپ نے مومن کی تعریف بیان کرتے ہوئے اسے اسکی شخصیت کا حصہ قرار دے دیا' آپ کا ارشاد ہے:

((المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده)) (٦٧)

''مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان اپنے آپ کو محفوظ و ماً مون پائیں''۔

صلح حدیبیہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جنگ کا مقصد فتنہ کو ختم کرنا اور آزادی عقیدۃ کو منوانا تھا اس موقع پر صحابہ کرام ظاہری فتح و غلبہ کے متوقع تھے لیکن اللہ تعالی نے اس پر امن معاہدہ کو فتح مبین قرار دیا اس لئے کہ اس معاہدے کی ایک شق کے ذریعے فتنہ کا سد باب کر کے فریقین نے ایک دوسرے کی آزادئ عقیدہ کو تسلیم کر لیا تھا' میثاق مدینہ آپ کی امن پسندی اور آزادی دین و عقیدہ کی واضح مثال ہے اس آپ نے یہود کو اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے بعض شرائط کا پابند کیا تا کہ مدینہ کا داخلی امن محفوظ ہو جائے اور اس کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی عدم تحفظ کا شکار نہ ہو اور سب امن و آشتی کے ماحول میں آزادی سے رہ سکیں' آپ نے کبھی بھی کسی طالب امن کو امن سے محروم نہیں فرمایا مختصر یہ کہ پیغمبر امن و سلامتی نے تمام جہان کے انسانوں کو محفوظ اور پر امن معاشرہ قائم کرنے کی دعوت دی اور خود اس کا عملی نمونہ پیش فرمایا کیونکہ محفوظ اور پر امن انسانی معاشرہ ہی ترقی کیلئے سب سے اہم چیز ہے ربّ العالمین سیرتِ طیبہّ پر عمل پیرا ہو کر ہمیں اپنے معاشرے سے ان سب رکاوٹوں کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ ایک مثالی معاشرہ بن سکے، آمین یا رب العالمین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یوسف کرم،تاریخ الفلسفۃ الیونانیۃ (القاہرۃ مکتبۃ النہضۃالمصریۃ،الطبعۃ الخامسۃ۱۳۸۶ھ.۱۹۶۶ء، صفحہ ۱۶۳

۲۔ المصدر السابق صفحہ ۱۰۰

۳۔ منصور پوری۔قاضی محمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمین (لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز۔س۔ن) ج ا رص ۲۹، ۳۰ ،

۴۔ ارشاد باری ہے﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُم تَغْلِبُوْن ﴾ترجمہ/کافروں نے کہا اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو شاید اس طرح تم غالب آجاؤ ،سورۃ فصلت ۴۱ /۲۷،

۵۔ ابن حنبل احمد بن محمد بن حنبل، الإمام، المسند (بیروت) المکتب الاسلا می ،عن ربیعہ بن عباد الدیلمی ۔

۶۔مقالات سیرت (اسلام آباد، وزارت مذہبی امور ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۸ء) ص۔۲۲، ۲۳، مقالہ/سید مرتضی حسین صدر الافضل،

۷۔سابق مصدر، ص۔۹۳، ۹۴ ،مقالہ/مولانا محمد تقی عثمانی ،

۸۔ سورۃ الاحزاب ۳۳/۴۰،

۹۔القشیری ،مسلم بن الحجاج ،الصحیح (القاہرہ ،مکتبۃ دار الشعب ،س.ن ، مع شرح الامام النووی) کتاب الفضائل ، باب النبی ا خاتم النبیین ، ج.۵/۱۴۹ ،عن ابی ہریرۃ ؓ وایضا.السجستانی .سلیمان بن اشعث ابو داؤد ،السنن (بیروت ،دار الفکر ، الطبعۃ الاولی .۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰م ،تحقیق وتعلیق سعید محمد اللحام)کتاب الفتن والملاحم . باب ذکر الفتن ودلائلھا ج.۴/۳۰۲ عن ثوبان ؓ

۱۰۔سورۃ سبا، ۳۴/ ۲۸ ،

۱۱۔ مسند الإمام احمد بن حنبل، ج.۴/۴۱۶، عن ابی موسی الاشعری ؓ، ایضا. ج. ۵/۱۴۵ عن ابی ذر ؓ

۱۲۔ مسند الامام احمد بن حنبل ، ج.۲/۲۲۲ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ

۱۳۔ صحیح مسلم .کتاب المساجد ،باب مواضع الصلاۃ ، ج.۲/۱۵۴ ،عن جابر بن عبداللہ ؓ الدارمی.عبد اللہ بن عبد الرحمن ابو الفضل، .السنن(بیروت ،دار احیاء السنۃ النبویۃ .س.ن) کتاب الصلاۃ .باب الارض کلھا طھور ما خلاالمقبرۃ والحمام ، ج. ۱/۳۲۲ ،عن جابر بن عبد اللہ ؓ

۱۴۔ سورۃ الاحزاب ۳۳/ ۲۱

۱۵۔ مبارکپوری۔صفی الرحمٰن مولانا' الرحیق المختوم (لاہور'مکتبہ سلفیۃ۔ طبع سوم۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۸م'ص۔۱۹۰'

۱۶۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب۔سیرۃ الرسول' (جہلم' جامعۃ العلوم الاثریۃ طبع اول' ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰م)ص۔۱۸۱ مترجم۔مولانا محمد اسحاق'

۱۷۔ رحمۃ للعالمین 'ج۔۱/۵۵

۱۸۔ مسند الامام احمد بن حنبل ' ج. ۳/ ۴۱۳ 'عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی'

۱۹۔ سورۃ الاحقاف. ۴۶/ ۱۳ ۱۴'

۲۰۔ البخاری .محمد بن اسماعیل 'الصحیح (القاهرۃ.مکتبۃ دار الشعب. س'ن) کتاب الفتن .باب لا یدخل الدجال المدینۃ' ج. ۹/ ۷۶ 'عن ابی سعید الخدری ﷺ

۲۱۔ عبدالکریم زیدان۔اصول دعوت دین (اسلام آباد'ادارۃ تحقیقات اسلامی'طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م)ص۔۵۲/۵۳' مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی'

۲۲۔سورۃ زمر. ۳۹/ ۹'

۲۳۔مودودی۔ابوالاعلیٰ'تفہیم القرآن (لاہور'ادارۃ ترجمان القرآن'طبع ششم'اپریل۔۱۹۸۸ء)ج۔۵/۳۵۴'

۲۴۔ ٹھٹھوی' محمد ہاشم' بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ (حیدرآباد' لجنۃ احیاء التراث السندی'طبع اول (۱۳۸۶ھ۔۱۹۶۶ء)ص۔۱۸'

۲۵۔سورۃ العلق / ۹۶. ۱. ۵'

۲۶۔سورۃ القلم / ۶۸. ۱'

۲۷۔ ابن ماجہ'محمد بن یزید القزوینی'السنن (بیروت'دار الفکر'س .ن ، مع التعلیق محمد فؤاد عبدالباقی) المقدمۃباب فضل العلم والحث علی العلم ۱/ ۸۱ عن انس بن مالک .

۲۸۔ مسند الامام احمد بن حنبل ۳/۱۵۷ عن انس بن مالک '

۲۹۔ سنن الدارمی 'کتاب العلم'باب فضل العالم والعلم ۱/ ۱۰۰ '

۳۰۔ محمد عمارہ' دکتور' الاسلام وحقوق الانسان (کویت'عالم المعرفۃ'الطبعۃ الاولی'شعبان ۱۴۰۵ھ .مئی۱۹۸۵ء)ص. ۷۲'

۳۱۔ سنن الدارمی ۱/ ۱۰۰'

۳۲۔مقالات سیرت۔ص۔۶۰'۶۲۔مقالہ پروفیسر احمد یار'۱۹۷۸ء

۳۳۔مالک بن انس الامام .الموطا(القاھرہ عیسی البابی الحلبی وشرکائه ' س.ن مع التعلیق محمد فؤاد عبدالباقی)کتاب حسن الخلق باب ماجاء فی حسن الخلق ۹۰۴/۲ عن ابی ھریرةﷺ '

۳۴۔ مسند الامام احمد بن حنبل ۵۰/۲ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما '

۳۵۔ سنن ابی داؤد کتاب الادب 'باب ماجاء فی حسن الخلق ۴۳۶/۴ عن ابی الدرداء

۳۶۔ صحیح مسلم 'کتاب صلاة المسافرین 'باب صلاة النبی ودعائه باللیل ۴۲۸/۲ عن علی بن ابی طالب ﷺ

۳۷۔ رحمۃ للعالمین ۵۸/۱'

۳۸۔شبلی نعمانی۔سیرۃ النبی (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت' طبع اول' س۔ن) ۴۳۲/۱'

۳۹۔سورۃ القلم۔۴،۳/۶۸ '

۴۰۔القرضاوی ، یوسف دکتور ،مشکلة الفکر وکیف عالجها الاسلام (القاھرة ، مکتبة وھبة ، الطبعة الخامسة ،شوال ،۱۴۰۶ھ.یونیو ،۱۹۸۶ء)ص.۳ ،

۴۱۔رحمۃ للعالمین،۴۳/۱،

۴۲۔مسند الامام احمد بن حنبل ،۳۰۵/۲، عن ابی ھریرةﷺ

۴۳۔مشکلة الفقر و کیف عالجها الاسلام ص . ۱۲ ،

۴۴۔سنن ابی داؤد،کتاب الزکاة ، باب فی الاستعفاف ،۳۷۲/۲، عن ابن عمر،

۴۵۔ابن حزم.علی بن احمد بن حزم ، المحلی (القاھرة ، مکتبة الصار السنة المحمدیة طبعة.۳۴۸ ، مع تحقیق احمد شاکر)۱۵۸/۶ ،

۴۶۔سورة الروم .۳۶/۳۰ ،

۴۷۔سورة فصلت . ۳۹/۴۱ ،

۴۸۔رحمۃ للعالمین ۔۳۰/۱،

۴۹۔سورة الرعد .۱۱/۱۳ ،

۵۰۔النسائی.احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن .السنن (بیروت دار الفکر ،س،ن ،مع شرح الحافظ جلال الدین السیوطی و حاشیة السندی)کتاب تحریم الدم ، باب الحکم فی السحر ة ، ۱۱۲/۲ عن ابی ھریرة ص ،

۵۱۔سورة المائدة ، ۹۰/۵ ،

۵۲۔مسند الامام احمد بن حنبل ۱۳۱/۴ عن المقدام بن معدی کرب ،

۵۳۔سنن ابن ماجه ، کتاب الزهد ، باب المد اومة علی العمل ۱۴۱۲/۲ عن ابی هریرةؓ ،

۵۴۔ سابق مصدر ، المقدمة . باب فی الایمان ۲۶/۱ عن انس بن مالکؓ ،

۵۵۔صحیح البخاری . کتاب الاکراه ، باب یمین الرجل لصاحبه انه اخوه ۲۸/۹ عن ابن عمرؓ،

۵۶۔ندوی۔سیدسلیمان۔خطبات مدراس(کراچی،محمدسعیدایند سنز۔س،ن،)صفحه ۱۰۹،۱۱۰،

۵۷۔سورة الحجرات ۱۳/۴۹ ،

۵۸۔سورة سبا ۳۷/۳۴ ،

۵۹۔رحمة للعالمین ۱۲۰/۱،

۶۰۔مسند الامام احمد بن حنبل ۴۱۱/۵ ، حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ،

۶۱۔سورة النساء ۱۳۵/۴ ،

۶۲۔سورة المائدة ۸/۵ ،

۶۳۔سیرة النبی۔۲۸۳/۲،

۶۴۔سنن ابی داؤد ، کتاب الحدود ،باب العفو عن الحدود مالم یبلغ السلطان ۳۳۳/۴ عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ

۶۵۔سورة الانعام ۱۰۸/۶ ،

۶۶۔سنن ابن ماجه .کتاب الادب ، باب افشاء السلام ۱۲۱۸/۲ عن ابی هریرة وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما ،

۶۷۔صحیح مسلم .کتاب الایمان .باب بیان تفاضل الاسلام ۲۱۶/۱ عن جابر وعن ابی موسی رضی الله عنهما ،

کتابیات

۱. القرآن الكريم

۲. ابن حزم. على احمد بن حزم ،المحلى . القاهرة .مكتبة انصار السنة المحمدية ، طبعة ۱۳۴۸ ھ مع تحقيق احمد شاكر ،

۳. ابن حنبل . احمد بن حنبل الامام ، المسند . بيروت ، المكتبة السلامى ، الطبعة الثانية ۱۳۹۸ ھ ۱۹۷۸/م ،

۴. ابن ماجه .محمد بن يزيد القزوينى ، السنن ،بيروت ،دارالفكر ،س ،ن ، مع التعليق محمد فؤاد عبدالباقى ،

۵. البخارى .محمد بن ا سماعيل .الصحيح ،القاهرة ، مكتبة دار الشعب ،س، ن،

۶. ٹھٹھوى. محمد هاشم .بذل القوة فى حوادث سنى النبوة .حيد رآباد ،لجنة احياء التراث السندى ،طبع اول ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء ،

۷. الدارمى ، عبدالله بن عبد الرحمن بن الفضل .السنن ، بيروت ،دار احياء السنة النبوية ، س،ن،

۸. السجستانى .سليمان بن اشعث ابو داؤد .السنن . بيروت ،دار الفكر ، الطبعة الاولى ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ ء ، مع تحقيق وتعليق سعيد محمد اللحام ،

۹. شبلی نعمانی . سیرۃ النبی، لاہور، مکتبۂ تعمیر انسانیت ،طبع اول س،ن،

۱۰. عبدالکریم زیدان دکتور۔اصول دعوت دین، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، مترجم ساجدالرحمٰن صدیقی۔

۱۱. عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، سیرت الرسول۔ جہلم۔ جامعۃ العلوم الاثریۃ، طبع اول۔۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء، مترجم مولانا محمد اسحاق۔

۱۲. القرضاوى .يوسف دكتور ، مشكلة الفقر وكيف عالجها الاسلام .القاهرة. مكتبة وهبة . الطبعة الخامسة ، شوال ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ ء،

۱۳. القشيرى.مسلم بن الحجاج. الصحيح ، القاهرة ، مكتبة دار الشعب ،س،ن، مع شرح الامام النووى ،

۱۴. مالک بن انس الامام .الموطا،القاهرة ،عيسى البابى الحلبى وشركائه ، س، ن، مع التعليق محمد فؤاد عبدالباقى ،

١٥. مبارکپوری .صفی الرحمن مولانا ، الرحیق المختوم ، لاهور ، مکتبه سلفیه، طبع سوم ١٤٠٩ ه/١٩٨٨ء،

١٦. محمد عماره دکتور .الاسلام وحقوق الانسان ، کویت ،عالم المعرفة ، الطبعة الاولی. شعبان ١٤٠٥ه/مئی ١٩٨٥ء،

١٧. مقالاتِ سیرت۔اسلام آباد،وزارت مذہبی امور١٣٩٨ه/١٩٧٨ء،

١٨. منصور پوری۔قاضی محمد سلیمان سلمان ۔رحمة للعالمین۔لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز۔س،ن،

١٩. مودودی۔ابوالاعلیٰ،تفہیم القرآن،لاہور،ادارہ ترجمان القرآن،طبع ششم،اپریل ١٩٨٨ء ،

٢٠. ندوی۔سید سلیمان،خطبات مدراس،کراچی،محمد سعید اینڈ سنز،س،ن،

٢١. یوسف کرم .تاریخ الفلسفة الیونانیة. القاهرة، المکتبة النهضة المصریة، الطبعة الخامسة١٣٨٦ه/١٩٦٦ء،